

Published:

August 31, 2026

Foreign Policy during the Prophetic Era for Military Strategy: An Analytical Study of the International Perspective of Seerah al-Tayyibah

عسکری حکمتِ عملی کے لیے نبوی عہد کی خارجہ پالیسی: سیرت طیبہ کا بین الاقوامی تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

Abdul Rasool

Ph.D. Scholar, MY University, Islamabad | Visiting Lecturer, University of Narowal
Head of Dar-ul-Uloom Islamia Lasaniyah, Sadwala Uncha, Narowal

Email: abdurrasool7383@gmail.com

Abstract

The Seerah of the Prophet Muhammad ﷺ is not merely a source of spiritual guidance and moral refinement but also a comprehensive and multidimensional charter for governance, political wisdom, and foreign relations. When the first Islamic state was established in Madinah, the Prophet ﷺ demonstrated remarkable foresight on both internal and external fronts, ensuring the security of the nascent community despite limited economic and military resources. His diplomatic engagement with rulers like Negus of Abyssinia, peace treaties with adversaries such as the Quraysh, alliances with regional tribes, and letters sent to emperors represent a balanced and visionary model of external strategy that harmonized Islamic military conduct with wisdom and diplomacy.

The distinguishing feature of the Prophet's foreign policy lies in its balance, moral integrity, and strategic prudence. International relations were never built on mere interests but were founded on justice, loyalty, and rational deliberation. The Charter of Madinah stands as a historical framework for collective security and coexistence among diverse religious and political communities. Within this model, warfare remained the last resort—peace, wisdom, and gradual strategy were the foremost priorities. At every stage of the Seerah, we witness a leadership that neither abuses power nor succumbs to weakness, but exercises strength with responsibility and insight.

In today's global order—where the Muslim world faces intellectual, ideological, and defensive challenges—the Prophetic model of foreign policy offers a framework for developing a balanced and dignified strategic vision. This study connects the foreign relations of the Prophet ﷺ with modern statecraft, presenting a conceptual blueprint for internal unity, external dignity, and global moral leadership. It serves not only as an academic reflection but also as a practical foundation for contemporary policy formulation inspired by the Prophetic paradigm.

Keywords: Prophetic Seerah, Foreign Policy, Defense Alliances, International Diplomacy

تعارف

اسلامی تاریخ کا سب سے روشن اور فیصلہ کن دور عہدِ نبوی ہے، جس میں نہ صرف ایک نئی دینی و اخلاقی تحریک نے جنم لیا بلکہ اس نے سیاسی، سماجی اور عسکری پہلوؤں پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے۔ نبی کریم ﷺ کی قیادت میں اسلامی ریاست کا قیام محض ایک داخلی نظم و نسق کا معاملہ نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ خارجی تعلقات اور بین الاقوامی پالیسی کی بنیادیں بھی رکھی گئیں۔ یہی وہ پہلو ہے جو اس مقالے کے لیے منتخب کیا گیا ہے کہ عسکری حکمتِ عملی کے سیاق میں نبوی عہد کی خارجہ پالیسی کو کس طرح سمجھا اور عصرِ حاضر میں برتنا جاسکتا ہے۔

اسلامی خارجہ پالیسی محض عسکری قوت کے اظہار پر مبنی نہیں تھی، بلکہ یہ ایک جامع تصور تھا جس میں دعوت، معاہدات، صلح و جنگ، سفارت کاری اور بین الاقوامی تعلقات سب شامل تھے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے دور میں خارجہ پالیسی کو دین و سیاست کے ہم آہنگ امتزاج کے طور پر پیش کیا۔ صلح حدیبیہ جیسے معاہدے، نجاشی جیسے عیسائی حکمران کے ساتھ تعلقات، اور قیصر و کسریٰ جیسے عالمی حکمرانوں کو بھیجے گئے خطوط اس امر کے واضح ثبوت ہیں کہ عسکری حکمتِ عملی اور خارجہ تعلقات کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ آج کے عالمی تناظر میں، جہاں مسلم ریاستیں سفارتی بحران اور عسکری دباؤ سے دوچار ہیں، اس موضوع کی اہمیت کئی گنا بڑھ جاتی ہے۔

موجودہ عالمی نظام میں خارجہ پالیسی کسی بھی ریاست کے وجود اور استحکام کی ضامن سمجھی جاتی ہے۔ دنیا کی طاقتور ریاستیں اپنے عسکری وسائل کو خارجی تعلقات کے ساتھ مربوط کر کے ہی عالمی اثر و سوج قائم رکھتی ہیں۔ مسلم دنیا کی اکثریت آج داخلی خلفشار، علاقائی تنازعات اور بیرونی دباؤ کا شکار ہے۔ اس پس منظر میں عہدِ نبوی کی خارجہ پالیسی اور عسکری حکمتِ عملی ایک ایسا نمونہ ہے جو امتِ مسلمہ کو نئی سمت اور رہنمائی فراہم کر سکتا ہے۔

موجودہ عالمی سیاسی و سلامتی کے تناظر میں مسلم ریاستوں کی خارجہ پالیسی کو سفارتی دباؤ، علاقائی تنازعات، باہمی عدم اعتماد اور عسکری و سیاسی مفادات کے باہمی عدم توازن جیسے متعدد چیلنجز کا سامنا ہے، جس کے باعث عہدِ نبوی ﷺ میں اختیار کیے گئے خارجہ پالیسی کے اصولوں، سفارتی حکمتِ عملی اور عسکری تدابیر کے باہمی تعلق کا منظم تاریخی و تجزیاتی مطالعہ اہمیت اختیار کر جاتا ہے۔

اس تحقیق کا مقصد عہدِ نبوی ﷺ کی خارجہ پالیسی کے بنیادی اصولوں، سفارتی ذرائع اور عسکری حکمتِ عملی کے باہمی ربط کا جائزہ لینا اور ان سے عصرِ حاضر کی مسلم ریاستوں کے لیے قابلِ اطلاق رہنما اصول اخذ کرنا ہے۔ اس ضمن میں تحقیق درج ذیل بنیادی سوالات کا جواب تلاش کرتی ہے: عہدِ نبوی ﷺ کی خارجہ پالیسی کے

Published:

August 31, 2026

بنیادی اصول کیا تھے؟ سفارتی حکمتِ عملی اور عسکری قوت کے مابین کس نوعیت کا تعلق قائم کیا گیا؟ اور موجودہ مسلم ریاستیں اس تاریخی و اخلاقی ماڈل سے اپنی خارجہ پالیسی کے لیے کس حد تک رہنمائی حاصل کر سکتی ہیں؟

تحقیق میں تاریخی، تحلیلی اور تطبیقی منہج اختیار کیا گیا ہے، جس کے تحت قرآنِ کریم، احادیثِ نبویہ اور معتبر کتبِ سیرت و تاریخ کو بنیادی مآخذ، جبکہ جدید علمی کتب و مقالات کو ثانوی مآخذ کے طور پر استعمال کرتے ہوئے منتخب تاریخی واقعات کا محض تو صیفی بیان دینے کے بجائے ان کے اسباب، حکمتِ عملی، نتائج اور عصری معنویت کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

جزیرہ عرب کی قبائلی سیاست اور سماجی ڈھانچہ

عہدِ نبوی کے سیاسی اور سماجی پس منظر کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے عرب کے قبائلی معاشرے کو دیکھنا ضروری ہے۔ عرب معاشرہ بنیادی طور پر قبائلی بنیادوں پر قائم تھا جہاں ہر قبیلہ اپنی آزادی اور خود مختاری پر فخر کرتا تھا۔ ان قبائل کے درمیان باہمی تعلقات زیادہ تر نسب، خون، اور عہد و پیمان کی بنیاد پر ہوتے تھے۔ امن و امان قائم رکھنے کے لیے قبائلی روایات جیسے امان دینا، پناہ دینا، اور خون بہاؤ کرنا اہم کردار ادا کرتے تھے۔ ان ہی اقدار نے اسلامی دعوت اور بعد ازاں مدینہ کی اسلامی ریاست کی تشکیل پر گہرا اثر ڈالا۔¹

مکہ کی تجارتی اور مذہبی مرکزیت

مکہ مکرمہ اس دور میں عرب کی اقتصادی اور مذہبی زندگی کا مرکز تھا۔ ایک طرف بیت اللہ کی وجہ سے یہ مقام تمام عرب قبائل کے لیے روحانی مرکزیت رکھتا تھا، تو دوسری طرف قریش کی تجارتی قافلے شام اور یمن تک سفر کرتے اور مکہ کو ایک تجارتی گزر گاہ بناتے تھے۔² اسی بنا پر مکہ کی سیاسی اہمیت بھی بڑھ گئی تھی۔

روم و فارس کی سیاسی و عسکری برتری

عہدِ نبوی میں عالمی سطح پر دو طاقتیں نمایاں تھیں: روم اور فارس۔ روم اپنی عسکری طاقت، مسیحی مذہب اور سیاسی نظم کے باعث مشرق وسطیٰ کے بیشتر علاقوں پر قابض تھا، جبکہ فارس اپنی ساسانی سلطنت کے باعث ایک وسیع اور مضبوط ریاست تھی۔³ یہ دونوں طاقتیں عرب میں براہ راست قابض نہ تھیں، لیکن ان کی سیاسی و معاشی دلچسپی ہمیشہ موجود رہتی تھی۔

¹ ابن ہشام، *المسیرۃ النبویہ*، جلد 1 (قاہرہ: مکتبۃ مصطفیٰ البانی الطبعی، 1955)، 67۔

² محمد بن جریر الطبری، *تاریخ الأمم والملوک*، جلد 2 (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1987)، 105۔

³ Philip K. Hitti, *History of the Arabs*, 10th ed. (London: Macmillan, 1970), 103.

Published:

August 31, 2026

مکہ و مدینہ کے خطے میں عالمی طاقتوں کی دلچسپی

عرب کی جغرافیائی حیثیت اس وجہ سے بھی نمایاں تھی کہ یہ خطہ مشرق و مغرب کو ملانے والے تجارتی راستوں پر واقع تھا۔ روم و فارس دونوں اپنی تجارتی اور عسکری برتری کو بڑھانے کے لیے عرب میں اثر و رسوخ قائم رکھنے کے خواہاں تھے۔⁴ یہی وجہ ہے کہ مدینہ کی اسلامی ریاست کے قیام کے بعد اس کی خارجہ پالیسی اور عسکری حکمت عملی کو ان طاقتوں کے مقابلے میں اپنی جگہ بنانی پڑی۔

قبائلی تعلقات اور سفارتی انداز

عرب معاشرے میں قبائلی روایات سفارت کاری کا بھی کام دیتی تھیں۔ کوئی شخص اگر کسی طاقتور قبیلے کی امان میں آجاتا تو اس پر حملہ معیوب سمجھا جاتا۔ اسی طرح پناہ دینا ایک بڑی اخلاقی روایت تھی۔ خون بہا (دیت) کے ذریعے قتل و قاتل کے جھگڑوں کو حل کیا جاتا۔ یہ روایات دراصل ابتدائی عربی سفارت کاری اور تنازعات کے حل کا طریقہ تھیں، جنہیں بعد میں نبی اکرم ﷺ نے اسلامی اصولوں کے تحت ایک منظم شکل دی۔

اسلامی خارجہ پالیسی کی نظریاتی بنیادیں

قرآن مجید کی ہدایات

اسلامی خارجہ پالیسی کی بنیاد قرآن مجید کی تعلیمات پر ہے، جس میں بین الاقوامی تعلقات کے اصول واضح طور پر بیان کیے گئے ہیں۔

1. امن و صلح کی اہمیت

قرآن نے واضح کیا کہ اگر دشمن صلح کی طرف مائل ہو تو مسلمانوں کو بھی صلح کی طرف جھکنا چاہیے:

"وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلَامِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ" ⁵

”اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی اس کی طرف جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔“

یہ آیت اس بات کی بنیاد ہے کہ اسلام کی خارجہ پالیسی میں اولین ترجیح جنگ نہیں بلکہ امن ہے۔

2. معاہدے کی پاسداری

اسلامی تعلیمات میں معاہدوں کی پاسداری کو خارجہ تعلقات کا بنیادی اصول قرار دیا گیا ہے:

"إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مُدَّتِهِمْ" ⁶

”مگر وہ مشرک جن سے تم نے معاہدہ کیا، پھر انہوں نے تم سے کچھ بھی کمی نہ کی اور نہ تمہارے خلاف کسی کی مدد کی، تو ان سے ان کا عہد ان کی مدت تک پورا کرو۔“

⁴ William Montgomery Watt, *Muhammad at Medina* (Oxford: Clarendon Press, 1956),

⁵ القرآن: 61/8

⁶ القرآن: 4/9

Published:

August 31, 2026

اس آیت کی روشنی میں بین الاقوامی معاہدات کی پابندی اسلامی ریاست پر لازم ہے، چاہے مخالف غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو۔

3. عدل و انصاف کا قیام

خارجہ پالیسی کی بنیاد انصاف ہے، حتیٰ کہ دشمن قوم کے ساتھ بھی ناانصافی سے منع کیا گیا ہے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۚ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا

تَعْدِلُوا ۖ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ" 7۔

یہ اصول واضح کرتا ہے کہ اسلامی خارجہ پالیسی کسی قوم سے نفرت یا دشمنی کی بنیاد پر نہیں بلکہ عدل و تقویٰ کی بنیاد پر قائم ہے۔

احادیث نبوی میں خارجہ تعلقات کے اصول

رسول اکرم ﷺ نے اپنی سنت کے ذریعے خارجہ تعلقات کے عملی اصول وضع کیے۔ مثال کے طور پر:

- معاہدات کی پاسداری: حدیبیہ کا معاہدہ (صلح حدیبیہ) اس بات کی روشن مثال ہے کہ آپ ﷺ نے سخت شرائط کے باوجود معاہدے کی پابندی کی۔⁸
- غیر جانبدار سفارت کاری: آپ ﷺ نے مختلف غیر مسلم قبائل اور ریاستوں کے ساتھ خطوط اور سفیر بھیج کر پر امن تعلقات کی بنیاد رکھی۔⁹
- جارحیت سے اجتناب: نبی کریم ﷺ نے ہمیشہ دشمن کے ساتھ جنگ کی ابتدا خود نہیں کی، بلکہ دفاعی حکمت عملی اپنائی۔¹⁰

"جہاد" اور "سیاست خارجہ" کا تعلق

جہاد اسلام میں صرف عسکری طاقت کا نام نہیں بلکہ یہ ایک جامع تصور ہے جس میں دفاع، ظلم کے خلاف مزاحمت، اور عدل کے قیام کے پہلو شامل ہیں۔ خارجہ

پالیسی کے تناظر میں جہاد کا مطلب یہ ہے کہ:

- ظلم و جبر کے نظام کو روکا جائے۔
- کمزوروں کو تحفظ فراہم کیا جائے۔
- مسلمانوں کی ریاستی خود مختاری قائم رکھی جائے۔¹¹

یوں "جہاد" خارجہ پالیسی کا ایک حصہ ہے، لیکن یہ پالیسی صرف جنگ پر مبنی نہیں بلکہ اس کے ساتھ سفارت، معاہدات اور امن قائم رکھنے کی کوششیں بھی شامل ہیں۔

⁷ اقرآن: 8/5

⁸ ابن ہشام، *السیرة النبویة*، جلد 2 (قاہرہ: مکتبۃ مصطفیٰ البانی، 1955)، 315۔

⁹ ابوالقدی، *الغزای*، جلد 1 (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1989)، 67۔

¹⁰ محمد بن جریر الطبری، *تاریخ الامم والملوک*، جلد 2 (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1987)، 145۔

¹¹ Abul A'la Maududi, *Al-Jihad fi al-Islam* (Lahore: Islamic Publications, 1991), 23.

دعوت اور سفارت کا امتزاج

نبی کریم ﷺ نے خارجہ تعلقات میں ہمیشہ دعوت کو اولیت دی۔ خطوط کے ذریعے قیصر، کسریٰ، مقوقس اور دیگر حکمرانوں کو اسلام کی طرف بلا یا گیا۔¹² اسی طرح مدینہ کے یہودی قبائل اور مشرک قبائل کے ساتھ کیے گئے معاہدات اس بات کی دلیل ہیں کہ اسلام کی خارجہ پالیسی سفارت اور دعوت دونوں کو ساتھ لے کر چلتی ہے۔ یہ امتزاج اسلامی ریاست کی نرم قوت (soft power) کو ظاہر کرتا ہے جو عسکری طاقت کے ساتھ ساتھ فکری و اخلاقی برتری کو بھی اہمیت دیتا ہے۔

مدنی ریاست کی تشکیل اور خارجہ پالیسی کا آغاز

ہجرت مدینہ اور ریاستی ڈھانچے کی بنیاد

ہجرت مدینہ اسلامی تاریخ کا نقطہ عطف ہے۔ مکہ میں مسلمان مسلسل ظلم و ستم کا شکار تھے اور انہیں نہ صرف مذہبی آزادی میسر نہ تھی بلکہ ان کی جان و مال بھی محفوظ نہ تھے۔ نبی اکرم ﷺ کی قیادت میں مسلمانوں نے مدینہ منورہ کو ہجرت کا مرکز بنایا جہاں ریاستی ڈھانچے کی بنیاد رکھی گئی۔ اس ریاست کا سب سے نمایاں پہلو یہ تھا کہ یہ کسی قبیلے یا نسل پر نہیں بلکہ دینی و اخلاقی اصولوں پر قائم تھی۔¹³

مدینہ پہنچنے کے بعد سب سے پہلا کام سیاسی اور سماجی تنظیم تھا تاکہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان ایک جامع معاہدہ طے ہو سکے اور داخلی امن قائم ہو۔

میثاق مدینہ

شہری معاہدہ اور اس کی دفعات

نبی اکرم ﷺ نے مدینہ میں موجود مختلف طبقات اور قبائل کو یکجا کرنے کے لیے ایک تاریخی دستاویز مرتب کی جسے **میثاق مدینہ** کہا جاتا ہے۔ یہ معاہدہ جدید آئینی اصولوں کے لحاظ سے "شہری معاہدہ" (Civic Contract) تھا۔ اس میں درج ذیل اہم دفعات شامل تھیں:

- تمام فریقین (مسلمان، یہودی، اور دیگر غیر مسلم) مدینہ کی اجتماعی سلامتی کے ذمہ دار ہوں گے۔¹⁴
- مذہبی آزادی کی ضمانت دی گئی؛ ہر گروہ کو اپنے مذہب پر قائم رہنے کی اجازت تھی۔¹⁵
- بیرونی حملے کی صورت میں سب مدینہ کا دفاع کریں گے۔
- فریقین کے درمیان ہونے والے تنازعات کا فیصلہ نبی اکرم ﷺ کریں گے۔

¹² William Montgomery Watt, *Muhammad: Prophet and Statesman* (Oxford: Clarendon Press, 1961), 90

¹³ ابن ہشام، **السیرۃ النبویہ**، جلد 2 (قاہرہ: مکتبۃ مصطفیٰ البانی، 1955)، 119۔

¹⁴ الواقدی، **المغازی**، جلد 1 (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1989)، 45۔

¹⁵ محمد بن جریر الطبری، **تاریخ الأمم والملوک**، جلد 2 (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1987)، 235۔

یہ دفعات نہ صرف ایک داخلی آئینی ڈھانچہ فراہم کرتی تھیں بلکہ خارجہ پالیسی کی سمت بھی متعین کرتی تھیں کیونکہ یہ معاہدہ مدینہ کو ایک متحد سیاسی اکائی کے طور پر پیش کرتا تھا۔

مسلمانوں، یہودیوں اور غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کا تعین

میثاق مدینہ کی رو سے یہودی قبائل اور دیگر غیر مسلم مدینہ کے "اہل معاہدہ" کہلائے۔ ان کے ساتھ تعلقات معاہدے پر مبنی تھے، نہ کہ طاقت یا جبر پر۔¹⁶ اس طرح اسلامی ریاست نے یہ واضح کیا کہ غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات شہری معاہدے اور عدل پر مبنی ہوں گے، نہ کہ تعصب یا نسلی تفوق پر۔

داخلی اتحاد کا خارجی پالیسی پر اثر

مدینہ کی ریاست کی سب سے بڑی کامیابی یہ تھی کہ اس نے داخلی اتحاد قائم کیا۔ چونکہ قریش مکہ اور دیگر قبائل مسلمانوں کے خلاف بیرونی خطرہ تھے، اس لیے داخلی ہم آہنگی خارجہ پالیسی کے لیے ناگزیر تھی۔ داخلی اتحاد نے مسلمانوں کو بیرونی سطح پر زیادہ مضبوط موقف اختیار کرنے کا موقع دیا۔¹⁷

عسکری اور سفارتی تعلقات میں میثاق مدینہ کی عملی اہمیت

میثاق مدینہ نہ صرف داخلی سیاست کا ضابطہ تھا بلکہ اس نے خارجہ پالیسی اور عسکری حکمت عملی میں بھی اہم کردار ادا کیا:

- **عسکری اہمیت:** میثاق کی رو سے بیرونی حملے کی صورت میں مشترکہ دفاع طے پایا۔ یہ اصول جدید بین الاقوامی اتحادوں (*Collective Defense*) سے مشابہت رکھتا ہے۔¹⁸
- **سفارتی اہمیت:** میثاق نے یہودیوں اور غیر مسلموں کے ساتھ سفارتی سطح پر امن کا معاہدہ قائم کیا جس سے مدینہ ایک مستحکم سیاسی اکائی کے طور پر ابھرا۔
- **بین الاقوامی پیغام:** یہ معاہدہ اس بات کا عملی اعلان تھا کہ اسلامی ریاست مذہبی و قبائلی تعصب سے بالاتر ہو کر قانون اور انصاف کی بنیاد پر تعلقات قائم کرنے کی خواہاں ہے۔

ابتدائی معرکے (بدر، احد، خندق) اور خارجہ اثرات

نبوی عہد کے ابتدائی معرکات — خصوصاً بدر، احد اور خندق — نہ صرف داخلی سیاسی توازن بدلنے والے واقعات تھے بلکہ انہوں نے جزیرہ عرب میں طاقت کے تانے بانے اور قبیلوں کے تعلقات پر گہرے خارجہ اثرات مرتب کیے۔ بدر کی فتح نے مسلمانوں کو سیاسی و قاری علاقائی اثر و رسوخ عطا کیا؛ اس فتح نے مکہ اور اس کے اتحادی قبائل کے ساتھ تعلقات میں نئی حقیقت لادی اور جزوی طور پر دیگر قبائل کو مسلمانوں کے ساتھ معاہدات اختیار کرنے کی ترغیب دی۔¹⁹ احد کے بعد قریش

¹⁶ حمید اللہ، ڈاکٹر، اسلام کا نظام سیاست و حکومت (لاہور: ادارہ ثقافت اسلام، 1973)، 54۔

¹⁷ Watt, William Montgomery. *Muhammad at Medina* (Oxford: Clarendon Press, 1956), 98.

¹⁸ Hamidullah, Muhammad. *The First Written Constitution in the World* (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, 1975), 14.

¹⁹ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، جلد 1 (قاہرہ: مکتبۃ مصطفیٰ البانی، 1955)، 201۔

Published:

August 31, 2026

اور ان کے حامیوں کی حکمتِ عملی میں تبدیلی آئی اور انہوں نے خارجی اتحاد تشکیل دینے کی کوششیں تیز کر دیں تاکہ مدینہ کے خلاف دباؤ بڑھایا جاسکے۔²⁰ خندق (غزوہ احزاب) نے دکھایا کہ کس طرح بیرونی اتحادات (قبائلی اتحاد) ایک مؤثر خطرہ بن سکتے ہیں اور اسی تجربے نے مسلمانوں کو اتحاد شکن حکمتِ عملی اپنانے پر مجبور کیا جس کا نتیجہ بعد ازاں دشمن اتحادوں کو توڑنے میں نظر آیا۔²¹

ان معرکات کے خارجہ اثرات میں درج ذیل واضح نکات شامل ہیں: (ا) مسلمانوں کی عسکری قابلیت کا نوٹس لینے والے غیر مسلم قبیلے اور حکمران مدینہ کے ساتھ معاہدات کرنے پر مائل ہوئے؛ (ب) جنگ کے تجربات نے نبوی قیادت کو عسکری و سفارتی توازن برقرار رکھنے کے لیے نرم (diplomatic) اور سخت (military) دونوں اوزار بروئے کار لانے کی طرف مائل کیا؛ (ج) فتح و شکست دونوں نے جزوی طور پر خوف و وقار کے توازن کو تبدیل کیا، جس کے سبب قبائلی سیاست میں دوبارہ ترتیب عمل میں آئی۔²²

خارجی قبائل کے ساتھ معاہدات اور تعلقات

نبی ﷺ نے بیرونی قبائل کے ساتھ معاہدات کو ایک حکمتِ عملی کے طور پر استعمال کیا تاکہ مدینہ کی سرحدی سلامتی، تجارتی راستوں کا تحفظ اور اندرونی استحکام قائم رہ سکے۔ میثاقِ مدینہ کی طرز پر دوسرے قبائل کے ساتھ معاہدات کی مثالیں اس بات کی دلیل ہیں کہ نبوی خارجہ پالیسی نے قبائلی رسم و رواج کو مدنی اور بین الاقوامی اصولوں کے ساتھ ملا دیا۔²³

معاہدات کے ذریعے نبی ﷺ نے متعدد مقصد حاصل کیے: دشمنی کو کم کرنا، تجارتی راستوں کی حفاظت، اور متحدہ دفاعی نظم قائم کرنا۔ ان معاہدات میں اکثر ایسے قضیہ شامل تھے جن کی شرائط میں قبیلہ کو غیر جانب دار بنانا، دشمن کو نہ سہارا دینا، اور مشترکہ خطرے کی صورت میں دفاع میں حصہ لینا شامل تھا۔²⁴ اس طریقہ کار نے جزیرہ عرب میں ایسی سیاسی حقیقت قائم کی کہ مدینہ ایک مستحکم مرکز بن کر ابھرا اور اطراف کے قبائل سے سفارتی تعلقات کے ذریعے مفادات کا توازن قائم رہا۔²⁵

²⁰ الواقدی، المغازی، جلد 1 (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1989)، 312۔

²¹ محمد بن جریر الطبری، تاریخ الامم والملوک، جلد 2 (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1987)، 412۔

²² William Montgomery Watt, *Muhammad: Prophet and Statesman* (Oxford: Clarendon Press, 1961), 210–218.

²³ Hamidullah, Muhammad. *The First Written Constitution in the World* (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, 1975), 27.

²⁴ Ibn Kathir, *Al-Bidāya wa al-Nihāya* (Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyya, 1996), vol. 3, 89.

²⁵ Patricia Crone, *Meccan Trade and the Rise of Islam* (Princeton: Princeton University Press, 1987), 143–147.

Published:

August 31, 2026

دشمن کے اتحاد کو توڑنے کی نبوی حکمت عملی

رسول اکرم ﷺ کی خارجہ حکمت عملی کا ایک نمایاں عنصر دشمن کے بنائے گئے اتحادوں کو توڑنا تھا۔ اس مقصد کے لیے متعدد طریقے اپنائے گئے: قبیلے کے اندرونی اختلافات کو بھڑکانے بغیر مفاہمت کے دروازے کھولنا، معاہداتی مراعات پیش کرنا، اور بعض اوقات نیوکلینر (محور) جماعتوں کے ساتھ سفارت کارانہ تعلقات استوار کر کے ان کے حامیوں کو الگ کرنا۔²⁶

مثال کے طور پر خندق کے بعد جب مکہ واس کے حلیف بیرونی محاذ بنائے، نبی ﷺ نے دشمن اتحاد کو برخاست کرنے کے لیے سفارتی رابطے، معاہداتی پیشکشیں اور قبائلی مفادات کا حرف بہ حرف ادراک کر کے ان کے اندرونی اختلافات سے فائدہ اٹھایا۔²⁷ اسی حکمت عملی کی وجہ سے بعض قبائل نے قریش کے ساتھ اپنی وابستگی کم کر کے مدینہ کے ساتھ مفاہمت اختیار کر لی، جس نے طویل عرصے میں مسلمانوں کے لیے مؤثر سیاسی فضا مہیا کی۔²⁸

دفاعی اور جارحانہ جنگی تدابیر کا فرق

نبوی عہد میں جنگی پالیسی میں واضح تفریق ملتی ہے: دفاعی تدابیر (defensive measures) اور جارحانہ عمل (offensive operations) کو نہایت اصولی بنیادوں پر الگ کیا گیا۔ دفاعی جنگ، جس کا بنیادی مقصد ریاست، جان و مال اور مذہبی آزادی کی حفاظت تھا، شریعت اور سیرت میں جائز ٹھہری؛ جبکہ جارحانہ جنگ کو عموماً ابتدائی حملہ نہ سمجھا گیا بلکہ ضرورت اور حدود کے تحت دیکھا گیا۔²⁹ یہ فرق عملی طور پر درج ذیل انداز میں نمودار ہوا: دفاعی صورت حال میں مسلمانوں نے دفاع کو اولین ترجیح دی، محاصرہ برداشت کیا، اور جب ضروری ہوا تو مشترکہ دفاعی قوت کے طور پر دشمن کا مقابلہ کیا۔ دوسری جانب جب اسٹریٹک یا سیاسی وجوہات کی بنا پر ضرورت پیش آئی — جیسے تجارتی راستوں کے تحفظ یا متعینہ سرحدی خطرات — تب محدود جارحانہ کارروائیاں اختیار کی گئیں، مگر ہمیشہ اخلاقی و شرعی حدود میں رہ کر۔³⁰

نبوی دور میں یہ واضح طریقہ کار اس لیے بھی اہم تھا کہ اس نے خارجی پالیسی کو اخلاقی جواز اور شرعی ضابطوں کے اندر رکھا، جس کے نتیجے میں مسلم ریاست نے عسکری طاقت کو ایک باضابطہ، محدود اور مقصودی آلہ کے طور پر استعمال کیا نہ کہ مسلسل جارحیت کے لیے۔ اس نقطہ نظر نے بین الاقوامی تعلقات میں مسلمانوں کو ایک منظم اور قابل توجہ دفاعی موقف عطا کیا، جو بعد کی مسلم تاریخی تجربات کے لیے بھی ماڈل بنا۔³¹

²⁶ Ira M. Lapidus, *A History of Islamic Societies* (Cambridge: Cambridge University Press, 1988), 78–81.

²⁷ محمد بن جریر الطبری، *تاریخ الرسل والملوک* (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1987)، 421۔

²⁸ Hitti, Philip K., *History of the Arabs* (London: Macmillan, 1970), 256–258.

²⁹ Abul A'la Maududi, *Al-Jihad fi al-Islam* (Lahore: Islamic Publications, 1991), 34–39.

³⁰ Muhammad Hamidullah, *The Muslim Conduct of State* (Lahore: Ashraf Press, 1973), 66–72.

³¹ Muhammad Hamidullah, *The Muslim Conduct of State* (Lahore: Ashraf Press, 1973), 45–52.

Published:

August 31, 2026

صلح حدیبیہ: خارجہ پالیسی کا ایک نمونہ

خطوطِ نبوی اور بین الاقوامی تعلقات

نبوی دور میں ریاستی و بین الاقوامی رابطوں کا ایک نمایاں اور جدید پہلو — پیغمبر اسلام ﷺ کی جانب سے بیرونی حکمرانوں کو بھیجے گئے خطوط ہیں۔ یہ خطوط محض مذہبی بلاغت تک محدود نہیں تھے، بلکہ ان میں واضح سیاسی، سفارتی اور اسٹریٹجک پیغام چھپا ہوا تھا۔ خطوط نے اسلامی ریاست کی نرم حکمتِ عملی (soft power) اور بیک وقت بیرونی تعلقات میں اس کے سیاسی وقار کو متعارف کرانے کا کام کیا۔ ذیل میں اس طرزِ عمل کے مختلف پہلو بیان کیے جا رہے ہیں۔

قیصرِ روم، کسریٰ، نجاشی اور دیگر حکمرانوں کو خطوط

رسول کریم ﷺ نے قیصرِ روم (Heraclius)، کسریٰ فارس (Khosrow)، نجاشی حبشہ، مقوقس مصر اور دیگر علاقائی حکمرانوں کو خصوصی خطوط بھیجے۔ ان خطوط کا بنیادی مادہ اسلام کی دعوت تھا — توحید کی دعوت، نبی ﷺ کی رسالت کا اعلان، اور ان حکمرانوں کو حکمِ خیر کی طرف بلانا۔ تاریخی مصادر میں ان خطوط کی تفصیلات، بعض جملوں کا اصل متن اور وصول کنندگان کے جوابات درج ملتے ہیں، جو ظاہر کرتا ہے کہ یہ خطوط بیک وقت دعوت، سیاسی اعلان اور سفارتی دستاویزات تھے۔

خطوط کے مضامین اور سیاسی پیغام

خطوط کا لسانی اور نظریاتی ڈھانچہ چند مرکزی عناصر پر مشتمل تھا: (ا) اللہ کی وحدانیت اور نبی ﷺ کی رسالت کا اعلان؛ (ب) غیر مسلم حکمرانوں کو امن و عدل کا وعدہ؛ (ج) دعوت قبول نہ کرنے کی صورت میں سیاسی و اخلاقی آزمائش کی طرف متوجہ کرنے والا ضمنی تناظر۔ لہذا خطوط محض دعوتی خطوط نہ تھے بلکہ ایک بین الاقوامی سیاسی تقاضے کو بھی پیش کرتے تھے — یعنی مدینہ میں قائم ہوئی نئی سیاسی جماعت کی جانب سے عالمی سطح پر نمائندگی اور تعلقات کی پیش کش۔

بین الاقوامی تعلقات میں "دعوت و سیاست" کا امتزاج

خطوط میں دعوت اور سیاست کا امتزاج صراحت کے ساتھ ملتا ہے۔ دعوت کا نظریہ اخلاقی و نظریاتی قوت فراہم کرتا تھا، جبکہ اس کے ساتھ پیش کی گئی سفارتی زبان مدینہ کی ریاستی حیثیت کو تسلیم کرانے اور ممکنہ معاہدات کے لیے راستہ ہموار کرتی تھی۔ اس امتزاج کا فائدہ یہ تھا کہ مسلمان نرم حکمتِ عملی کے ذریعے ثقافتی و مذہبی اثر بڑھاتے اور بیک وقت ریاستی مفادات کے لیے سیاسی دروازے کھولتے تھے۔³²

³¹ Alfred Guillaume, *The Life of Muhammad: A Translation of Ibn Ishaq's Sirat Rasul Allah* (Oxford: Oxford University Press, 1955), 424–432.

³² William Montgomery Watt, *Muhammad: Prophet and Statesman* (Oxford: Clarendon Press, 1961), 185–197.

Published:

August 31, 2026

عالمی سطح پر اسلام کی پہچان اور اثرات

قصر، کسریٰ اور دیگر حکمرانوں تک یہ خطوط پہنچنے سے اسلام ایک علاقائی تحریک سے عالمی سطح کے سیاسی ڈائیلاگ میں آگیا۔ نجاشی کی جانب سے پناہ دینے اور بعض حکمرانوں کے ذمہ داری کے جواب نہ دینے یا تحقارت کے اظہار جیسے رد عمل نے یہ بھی واضح کیا کہ خطوط نے پہلے ہی دنیا کے بڑے مراکز کے سامنے اسلامی ریاست کی موجودگی اور اس کے مطالبات کو اجاگر کر دیا تھا۔ تاریخی دورانیے میں اسی سفارتی آغاز نے بعد کے دوروں، معاہدات اور علاقائی قوتوں کے ساتھ تعلقات کی بنیاد رکھی۔³³

عسکری تدابیر اور خارجہ پالیسی کی ہم آہنگی

جنگی تیاری اور دفاعی اتحاد

نبوی دور میں جنگی تیاری کو محض فوجی قوت جمع کرنے تک محدود نہیں رکھا گیا؛ اس کی ساخت ایک مربوط دفاعی پالیسی کے تحت وضع کی گئی جس کا مقصد ریاست مدینہ کی سلامتی، تجارتی راہداروں کا تحفظ اور علاقائی استحکام تھا۔ مدینہ کی ابتدائی ریاست نے مقامی قبائل کے ساتھ معاہدات، مشترکہ گشت اور قافلوں کے دفاع کے اہداف طے کیے تاکہ بڑی طاقتوں یا قریش کے ممکنہ جارحانہ اقدامات کا براہ راست مد مقابل کیا جاسکے۔³⁴

میں سابق مدینہ اور بعد کے معاہدات نے ایک قسم کا *collective defense* نظام متعارف کروایا؛ جب خارجی خطرہ سامنے آیا تو معاہدہ فریقین مشترکہ دفاع کے لیے ذمہ دار ٹھہرے۔ بظاہر یہ قدیم قبائلی روایات کا تسلسل تھا مگر نبوی قیادت نے اسے سیاسی اور ریاستی اصولوں کے اندر ڈھالا۔³⁵ اس تنظیمی ڈھانچے نے بعد ازاں جنگی حکمت عملی کو سفارتی معاہدات کے ساتھ ہم آہنگ رکھنے میں سہولت دی — یعنی عسکری تیاری کا بنیادی مقصد سفارتی موقف کو مضبوط کرنا اور ریاستی خود مختاری کو یقینی بنانا تھا۔³⁶

دشمن کو کمزور کرنے کے نفسیاتی حربے

رسول کریم ﷺ نے دشمن کے داخلی مورال اور اتحاد کو ٹارگٹ کرنے کی حکمت عملی بارہا استعمال کی۔ اس میں چند نمایاں طریقے شامل ہیں: (ا) دوستانہ مذاکرات میں چک دکھا کر وقت کمانا اور دشمن کو داخلی تفرقہ کھینچنے کے لیے موقع دینا؛ (ب) معاہداتی مراعات یا شقیں دے کر مخالف کو الگ حصوں میں بانٹنا؛ (ج) اپنے موقف کی اخلاقی برتری دکھا کر مخالفین کے اندر خوف رسوائی پیدا کرنا۔³⁷

³³ محمد بن جریر الطبری، *تاریخ الرسل والملوک*، جلد 2 (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1987)، 512-519۔

³⁴ Ibn Hisham, *al-Sirah al-Nabawiyah*, vol. 2 (Cairo: Maktabat Mustafā al-Bābī al-Halabī, 1955), 119-123.

³⁵ Muhammad Hamidullah, *The First Written Constitution in the World* (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, 1975), 14-20.

³⁶ William Montgomery Watt, *Muhammad at Medina* (Oxford: Clarendon Press, 1956), 98-105.

³⁷ Al-Tabari, محمد بن جریر الطبری، *تاریخ الرسل والملوک*، جلد 2 (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1987)، 412-418۔

Published:

August 31, 2026

ایک عملی مثال فتح مکہ کے بعد معاف کرنے کی وہ حکمت تھی جس نے قریش کے مورال کو شکست دی اور ان کے سیاسی حامیوں کو مسلمانوں کی طرف راغب کیا۔³⁸ اسی طرح خندق کے بعد دشمن اتحاد کے اندر پوشیدہ اختلافات سے فائدہ اٹھا کر متعدد قبائل کو قریش کے حلقے سے دور کیا گیا، جو ایک شفیف مگر مؤثر نفسیاتی حربہ تھا۔ یہ حربے براہ راست عسکری کارروائی نہیں بلکہ "سیاستِ نفسیات" کے ذریعے دشمنی کو کمزور کرنے پر معمور تھے۔

داخلی وحدت اور خارجی کامیابی کا رابطہ

داخلی ہم آہنگی کو نبوی خارجہ پالیسی کا ستون سمجھا جاتا تھا۔ اگر ریاست کے اندر گروہی انتشار یا نسلی تعصبات پائے جائیں تو خارجی سطح پر مضبوط موقف برقرار رکھنا ناممکن ہے۔ اس بنیاد پر نبی ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان برادری، مشترکہ وسائل کی تقسیم، اور عوامی عدل کی نمایاں پالیسیاں نافذ کیں۔³⁹ ان اقدامات نے مدینہ کو ایک متحد سیاسی اکائی بنایا جو بیرونی مذاکرات اور دفاعی معاہدات میں زیادہ مؤثر ثابت ہوئی۔

اندرونی یکجہتی کے باعث مدینہ نے دشمنوں کے ساتھ مذاکرات میں مستحکم مطالبات رکھے اور عسکری محاذ پر بھی طویل المدت مزاحمت دکھائی۔ اسی ربط کی وجہ سے صلح حدیبیہ جیسی مذاکراتی کامیابیاں ممکن ہوئیں۔ داخلی اتحاد نے مذاکراتی صبر اور اسٹریٹیجی کا سہارا دیا، جبکہ خارجی کامیابی نے داخلی استحکام کو مزید تقویت بخشی۔⁴⁰

امن کے قیام کے لیے طاقت کا استعمال

نبوی ماڈل میں طاقت کو ہمیشہ بطور "وسیلہ" دیکھا گیا، نہ کہ بطور خود مقصود۔ اس کے چار اہم نکات قابل ذکر ہیں: (الف) طاقت کا بنیادی ہدف دفاعی اجتماعی تھا؛ (ب) طاقت کا استعمال شرعی اور اخلاقی حدود میں مشروط تھا؛ (ج) طاقت کو امن کے قیام اور پائیدار سفارشات کے لیے ایک ذریعہ قرار دیا گیا؛ (د) فتح کے بعد بخشش اور مصالحت کو ترجیح دی گئی تاکہ دیرپا امن قائم ہو۔⁴¹

اس نقطہ نظر کی عملی تصویر فتح مکہ اور بعد ازاں معاہدات میں واضح ہے، جہاں عسکری قوت نے مذاکراتی پوزیشن مضبوط کی اور پھر اسلام نے امن قائم رکھنے کے لیے نرم پالیسی اپنائی۔ اس سے بین الاقوامی منظر نامے میں ایک پیغام گیا کہ مسلم ریاست عسکری قوت رکھتی ہے مگر اس کا اولین مقصد منصفانہ اور پائیدار امن کا قیام ہے۔ یہی خارجی پالیسی کی اخلاقی بنیاد ہے۔⁴²

³⁸ Ibn Kathir, *Al-Bidaya wa al-Nihaya* (Beirut: Dar al-Kutub al-Ilmiyya, 1996), vol. 3, 210–214.

³⁹ Hamidullah, Muhammad, *The Muslim Conduct of State* (Lahore: Ashraf Press, 1973), 54–61.

⁴⁰ Ibn Hisham, *al-Sīrah al-Nabawīyah*, vol. 3, 295–305.

⁴¹ Abul A'la Maududi, *Al-Jihad fi al-Islam* (Lahore: Islamic Publications, 1991), 34–39.

⁴² William Montgomery Watt, *Muhammad: Prophet and Statesman* (Oxford: Clarendon Press, 1961), 210–218.

Published:

August 31, 2026

عصر حاضر کے لیے رہنمائی

1- مسلم ریاستوں کی خارجہ پالیسی کے لیے نبوی ماڈل کی افادیت

نبوی ماڈل کی سب سے بڑی خوبی اس کی جامعیت ہے: دعوتِ اخلاق، سفارتِ حکمت، معاہداتی پابندی، اور جب لازم ہو تو دفاعی طاقت — یہ چاروں عناصر ایک مربوط خارجہ پالیسی بناتے ہیں۔ عصری مسلم ریاستیں جب اپنے خارجہ عمل میں اصولِ عدل، معاہدات کی پاسداری، اور نرم قوت (soft power) کے استعمال کو ترجیح دیں گی تو انہیں نہ صرف داخلی مشروعمیت ملے گی بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی اعتماد حاصل ہوگا۔⁴³ نبوی ماڈل سے سیکھنے والا سب سے عملی سبق یہ ہے کہ ریاستی مفاد کو اخلاقی و قانونی گارڈریل میں رکھ کر طویل المدت حکمتِ عملی اپنائی جائے — مختصر سیاسی فائدے کے لیے اصولوں کی قربانی نہ دی جائے۔⁴⁴

2- اسلامی ممالک میں اتحاد اور دفاعی تعاون کی ضرورت

عہدِ نبوی میں میثاق اور مشترکہ دفاعی بندوبست نے دکھایا کہ ایک چھوٹی سیاسی اکائی کس طرح علاقائی استحکام کی بنیاد بن سکتی ہے۔ آج کے عالمی سیاسی منظر نامے میں مسلم اکائیوں کی منتشر پالیسیوں نے انہیں بیرونی دباؤ اور علاقائی تناؤ کا شکار کیا ہوا دکھایا ہے؛ اس کا فوری حل کئی جہتوں میں ممکن ہے: مشترکہ اطلاعاتی تعاون، مشترکہ فوجی مشقیں، دفاعی معاہدات اور سیاسی مشاورتی فورمز۔⁴⁵ جدید تناظر میں یہ کوششیں نہ صرف خطرات کے متناسب ردِ عمل کے لیے ضروری ہیں بلکہ ایک "کولیکٹو سیکورٹی" فریم ورک مسلم ممالک کی سفارتی قوت بھی بڑھائے گا، جیسا کہ بین الاقوامی سطح پر حالیہ رابطوں اور OIC کے مدخلی اقدامات نے ظاہر کیا۔⁴⁶

3- جدید سفارت کاری میں نبوی اسلوب کی مطابقت

نبوی سفارت کاری کا تاثر دہ بنیادی ستونوں پر قائم ہے: (الف) اخلاقی بلاغت — پیغام حق کو باوقار انداز میں پیش کرنا؛ (ب) سٹرٹیجک لچک — مذاکرات میں صبر اور وقتی رعایتیں۔ جدید عوامی سفارت (public diplomacy) اور نرم قوت کی حکمتِ عملی میں یہی اصول ناگزیر ہیں: ثقافتی تبادلے، تعلیم، امدادی ڈپلومیسی، اور میڈیا کے ذریعے ایک مثبت تاثر قائم کرنا۔⁴⁷ نبوی خطوط اور Hudaybiyyah جیسی مثالیں بتاتی ہیں کہ وقتی ہم آہنگی اور مذاکراتی سمجھ بوجھ طویل مدت میں سیاسی فوائد لاتی ہے — یہی نقطہ جدید سفارتی کورسز میں soft power کی اصطلاح میں بھی دیکھا جاتا ہے۔⁴⁸

⁴³ P. Mandaville, "Islam as Statecraft: How governments use religion in foreign policy,"

⁴⁴ Muhammad Hamidullah, *The Muslim Conduct of State* (Lahore: Ashraf Press, 1973).

⁴⁵ "Ummatic Soft Power as a Catalyst for Change," Ummatics (May 21, 2025).

⁴⁶ "The Hudaibiya Model of Islamic Diplomacy," PS Smith, *Florida Journal of International Law* (2006).

⁴⁷ Reuters, "Muslim countries to set up contact group to seek Israel-Iran de-escalation," June 22, 2025.

⁴⁸ AJSAL Bayati, "The foreign policy of the state in the era of the Prophet," *Dialnet* (2019).

Published:

August 31, 2026

4۔ موجودہ عالمی چیلنجز اور نبوی رہنمائی

عصر حاضر کے مسائل — بشمول علاقائی تنازعات، مہاجرین کا بحران، نظریاتی انتہا پسندی، اور عالمی طاقتوں کی مداخلت — کا کوئی فوری واحد حل نہیں مگر نبوی روایات سے چند واضح رہنما خطوط اخذ کیے جاسکتے ہیں:

- معاہداتی شفافیت اور بین الاقوامی قانون کی پاسداری: نبوی ماڈل میں معاہدے کی سخت پاسداری کا حکم شامل ہے؛ یہی آج ریاستی ساکھ کی بنیاد بنتی ہے۔⁴⁹
- صبر و حکمت کے ساتھ سفارت عام Hudaybiyyah: جیسی مثالیں بتاتی ہیں کہ وقتی برداشت بڑے اسٹریٹجک فائدے دیتی ہے۔⁵⁰
- نرم قوت اور اعتدال پسند بیانیہ کی مضبوطی: اسلامی ریاستوں کو اپنی ثقافتی، تعلیمی اور فلاحی ڈپلومیسی سے عالمی سطح پر مثبت پہچان بنانی چاہیے۔⁵¹
- مشترکہ حفاظتی اور انسانی امدادی فریم ورک: مہاجرین، ماحولیاتی تبدیلی اور صحت کے شعبوں میں مشترکہ حکمت عملیاں علاقائی استحکام کو فروغ دیں گی۔⁵²

تحقیق کے بنیادی نتائج

1. عسکری و سفارتی پہلوؤں کا امتزاج: نبوی خارجہ پالیسی میں جنگی تدابیر اور سفارت کاری دونوں پہلو ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔ غزوات و معرکوں میں عسکری قوت کا مظاہرہ اور دوسری طرف معاہدات (مثلاً صلح حدیبیہ) اور خطوط نبوی کے ذریعے سفارتی پیغام رسانی اس امتزاج کی واضح مثال ہیں۔
2. بیٹاق مدینہ کی حیثیت: خارجہ پالیسی کے اصولوں کی تشکیل میں داخلی اتحاد کو بنیادی حیثیت حاصل رہی۔ مسلمانوں، یہودیوں اور دیگر قبائل کو ایک شہری معاہدے کے تحت منظم کر کے خارجی دنیا کے ساتھ تعلقات میں استحکام پیدا کیا گیا۔
3. دعوت و سیاست کا ملاپ: خطوط نبوی اور بین الاقوامی تعلقات میں اسلام کی دعوت کو ہمیشہ خارجہ پالیسی کا مرکز بنایا گیا، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دعوت اور سیاست دو الگ نہیں بلکہ باہم مربوط پہلو ہیں۔
4. امن و صلح کی ترجیح: نبوی حکمت عملی میں ہمیشہ صلح اور امن کو مقدم رکھا گیا۔ جنگ صرف ناگزیر حالات میں کی گئی اور ہمیشہ دفاعی یا اصلاحی حکمت عملی کے تحت رہی۔

عصر حاضر کے لیے عملی تجاویز

1. نبوی ماڈل سے رہنمائی: مسلم ریاستوں کو چاہیے کہ اپنی خارجہ پالیسی میں نبوی دور کی حکمت عملی کو بنیاد بنائیں، جہاں طاقت کے بجائے حکمت، صلح اور سفارت کاری کو ترجیح دی گئی۔
2. اتحاد اور دفاعی تعاون: موجودہ مسلم ممالک میں اتحاد اور دفاعی تعاون نہ صرف عسکری اعتبار سے بلکہ سفارتی و سیاسی میدان میں بھی لازمی ہے تاکہ عالمی سطح پر اسلامی دنیا کے مفادات کا بہتر دفاع کیا جاسکے۔

⁴⁹ AJSAL Bayati, "The foreign policy of the state in the era of the Prophet," *Dialnet* (2019).

⁵⁰ "Lessons on Peace and Patience from the Treaty of Hudaybiyyah," Singapore Sedekah (analysis).

⁵¹ P. Mandaville, *Islam as Statecraft* (Brookings), and related literature on soft power and public diplomacy.

⁵² VLG Castillo, "The Organisation of Islamic Cooperation," *Dialnet* (2014).

Published:

August 31, 2026

3. جدید سفارت کاری اور نبوی اسلوب: جدید عالمی تعلقات میں مذاکرات، مکالمہ اور معاہدات کی اہمیت اسی طرح ہے جیسے صلح حدیبیہ نے ایک سیاسی و سفارتی ماڈل فراہم کیا۔ مسلم ممالک کو چاہیے کہ اس سے رہنمائی لے کر اپنی سفارت کاری کو مضبوط کریں۔
4. موجودہ عالمی چینجنگز کا حل: اسلاموفوبیا، دہشت گردی کے الزامات اور بین الاقوامی سیاسی دباؤ جیسے مسائل کا حل صرف عسکری طاقت میں نہیں بلکہ مثبت دعوت، حکمت عملی اور عالمی سطح پر بہتر روابط میں ہے، جیسا کہ نبوی دور کی پالیسیوں سے ظاہر ہوتا ہے۔

حوالہ جات

مصادر (Primary Sources)

1. القرآن الکریم
- القرآن: 8/5، 4/9، 61/8، 5/4 وغیرہ۔
2. کتب حدیث
- الصحیح البخاری، محمد بن اسماعیل البخاری، بیروت: دار ابن کثیر، 1987۔
- الصحیح مسلم، مسلم بن الحجاج النیشاپوری، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1991۔
- سنن ابی داؤد، ابوداؤد السجستانی، بیروت: دار الفکر، 1990۔
- مسند الإمام أحمد بن حنبل، احمد بن حنبل، بیروت: مؤسسة الرسالة، 2001۔
3. سیرت کی کتب
- ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، تحقیق: مصطفی الشقا، بیروت: دار المعرفۃ، 1990۔
- محمد بن جریر الطبری، تاریخ الأمم والملوک، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1987۔
- الواقدي، کتاب المغازی، بیروت: دار الالعی، 1989۔
- ابن سعد، الطبقات الکبری، بیروت: دار صادر، 1968۔

مراجع (Secondary Sources)

1. خورشید احمد، اسلام کا نظام حیات، لاہور: ادارہ معارف اسلامی، 1995۔
2. سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی ریاست، لاہور: ترجمان القرآن، 1960۔
3. ڈاکٹر محمد حمید اللہ، اسلام کا بین الاقوامی قانون، کراچی: ادارہ ثقافت اسلامیہ، 1974۔
4. ولی اللہ اندودی، نبوت اور سیاست، لکھنؤ: ندوۃ العلماء، 1980۔
5. ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات سیرت، اسلام آباد: بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، 2002۔
6. Muhammad Munir, *The Prophet Muhammad as a Statesman*, Islamabad: Islamic Research Institute, 2007.
7. Montgomery Watt, *Muhammad at Medina*, Oxford: Oxford University Press, 1956.
8. Fred Donner, *Muhammad and the Believers*, Cambridge: Harvard University Press, 2010.
9. Reuters, "Muslim countries to set up contact group to seek Israel-Iran de-escalation," June 22, 2025.
10. AJSAL Bayati, "The foreign policy of the state in the era of the Prophet," *Dialnet* (2019).
11. VLG Castillo, "The Organisation of Islamic Cooperation," *Dialnet* (2014).
12. William Montgomery Watt, *Muhammad: Prophet and Statesman* (Oxford: Clarendon Press, 1961), 210–218.
13. P. Mandaville, "Islam as Statecraft: How governments use religion in foreign policy,"
14. Muhammad Hamidullah, *The Muslim Conduct of State* (Lahore: Ashraf Press, 1973).
15. "The Hudaibiya Model of Islamic Diplomacy," PS Smith, *Florida Journal of International Law* (2006).
16. Alfred Guillaume, *The Life of Muhammad: A Translation of Ibn Ishaq's Sirat Rasul Allah* (Oxford: Oxford University Press, 1955), 424–432.